بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

تفہیم المعانی علی مختصر المعانی

سوال: مسند الیہ کو مقدم کرنے کی صورتیں بیان کریں

الجواب.... مسند الیہ کو مقدم کرنے کی درج ذیل صورتیں ہیں..

(اول) مسند الیہ کا ذکر اہم ہونے کی وجہ سے کبھی کبھار اسے مقدم کیا جاتا ہے... شارح فرماتے ہیں کہ محض ذکر کا اہم ہونا کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ یہ اہمیت کس جہت اور کس سبب سے ہے.... پس ماتن فرماتے ہیں کہ ذکر اہم اس وجہ سے ہے کیونکہ مسند الیہ اصل ہوتا ہے تو وہ مقدم ہونے کا تقاضا بھی کرتا ہے، اور دوسری وجہ یہ کہ کوئی بات ایسی نہ ہو جو یہ تقاضا کرے کہ مسند الیہ بعد میں آئے جیسے فاعل اور فاعل میں ہوتا ہے ... پس اس میں ضروری ہے کہ فاعل مقدم ہو اور فاعل بعد میں ہو

(دوم) یا خبر کو سامع کے ذہن میں پختہ کرنے کے لیے مسند الیہ مقدم ہوتا ہے

لیکن اس صورت مبتدا میں ایک حیرانگی والی بات ہوتی ہے جس

کو سامع جلدی سننا چاہتا ہے ..... اسکی مثال

والذی حادث البریۃ فیہ حیوان مستحدث من جماد

مسند الیہ کے اصل ہونے کی وجہ جیسے = زید قائم

(۳) خوش خبری جلدی سنانے کے لیے ... جیسے سعدٌ فی دارك

(۴) غمی کی خبر جلدی سنانے کیلئے جیسے ...

السفاح فی دار صدیقك

(۵) اس وہم کی وجہ سے کہ وہ دل سے جدا نہیں ہو گا کیونکہ وہ

ہی مطلوب ہوتا ہے۔ الحبیب جاء

(۶) یا لذت حاصل کرنیکی وجہ سے مقدم ہو گا کیونکہ وہ محبوب ہوتا ہے

یا ایسی غمی کی جو اور وجہ بھی ہو .. جیسے اظہار تعظیم کے لیے استاد قائم

یا اظہار تحقیر کے لیے الظالم ذھب

سوال

مسند الیہ کو مقدم کرنے میں عبدالقاھر جرجانی کا مذھب بیان کریں

الجواب: کبھی کبھار مسند الیہ مقدم کیا جاتا تاکہ وہ تخصیص کا

فائدہ دے اگر اس کے ساتھ حرف نفی ملا ہو۔ پس مسند الیہ کو مقدم

کرنا فعل کی نفی کا فائدہ دیتا ہے متکلم سے اور اس کو ثابت کرتا ہے

غیر کے لیے۔

پس اگر نفی عموم کی تو ثبوت بھی عموم کا اور اگر نفی خصوص کی تو ثبوت
بھی خصوص کا ہوگا ..... جیسے ما انا قلت هذا
ترجمہ: صرف میں نے یہ نہیں کہا: اب یہ جملہ اس چیز کا تقاضا کرتا
ہے کہ کوئی اور ہے جس نے یہ بات کی ہے
نوٹ: یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر متکلم سے نفی ہو تو ثبوت تمام کے لیے
ہو جو اس کے علاوہ ہیں بس جو اس کے مشترک ہیں وہ بھی ہوں
سکتے ہیں..... اسی وجہ سے یہ جو مثالیں آرہی ہیں
غلط ہیں: (1) ما انا قلت هذا ولا غيري یہ مثال غلط ہے
کیونکہ ما انا قلت هذا یہ کسی اور کے لیے ثابت کر رہا ہے اور
ولا غیری اس سے نفی کر رہا ہے پس یہ دو متضاد چیزیں جمع
ہو رہی ہیں اس وجہ سے یہ مثال درست نہیں
(2) ما انا رأيت احدا یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی ایسا بھی
ہے جس نے سارے کائنات کے افراد کو دیکھا ہے تو یہ باطل ہے
پس تو ایسا کوئی ہے ہی نہیں
(3) ما انا ضربت الا زیدا یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی
ایسا بھی ہے کہ جس نے زید کے علاوہ سب کو مارا ہے پس یہ
بھی باطل ہے اسی وجہ سے یہ تینوں مثالیں درست نہیں ہیں

معرفہ ہو
یہ تخصیص یا تقویت اس وقت ہے جب مسند الیہ معرفہ ہو۔ اگر

مسند الیہ نکرہ ہو تو کبھی کبھار وہ تخصیص جنس کا فائدہ دیتا ہے۔
جیسے "رجل جاءنی لا امرأۃ" اور کبھی کبھار تخصیص وحدت کا
فائدہ دیتا ہے جیسے "رجل جاءنی لا رجلان" کبھی کبھار صرف جنس یا
صرف وحدت کا فائدہ ہوتا ہے۔

سوال ۲

تقدیم مسند الیہ میں امام سکاکی اور عبد القاہر کا مذہب بیان کریں۔؟

تقدیم مسند الیہ میں امام سکاکی اور عبد القاہر کا مذہب ایک ہی ہے
لیکن کچھ اختلاف ہے

عبد القاہر کا مذہب ہے مقدم کرنا تخصیص کا فائدہ دیتا ہے
اور اگر اس سے حرف نفی ملا ہوا ہو تو بھی تخصیص کا فائدہ دیتا ہے
چاہیے معرفہ ہو یا نکرہ ظاہر ہو یا ضمیر۔۔۔ اگر حرف نفی نہ ملا ہو تو
کبھی کبھار تخصیص کا فائدہ دیتا ہے اور کبھی کبھار تقویت کا فائدہ
دیتا ہے ظاہر ہو یا ضمیر معرفہ ہو یا نکرہ مثبت ہو یا منفی

امام سکاکی کہتے ہیں اگر مسند الیہ مقدم نکرہ ہو تو تخصیص کا فائدہ دیتا ہے
اگر معرفہ ہو اور ظاہر ہو تو تقویت کا فائدہ دیتا ہے اور معرفہ ہو اور
ضمیر ہو تو کبھی تقویت تو کبھی تخصیص کے لیے اگرچہ حرف نفی ہو یا نہ ملا ہو

سوال

قصر قلب اور قصر افراد میں فرق نیز وضاحت کریں؟

الجواب: اگر مسند الیہ کے ساتھ حرف نفی نہ ملا ہو تو

کبھی کبھار مسند الیہ کو مقدم کرتے ہیں اس کا رد کرنے کیلئے جو گمان کرے

کہ اس کام میں اس کے علاوہ بھی شریک ہیں۔ اسکی دو اقسام ہیں

قصر قلب: مخاطب کے ذہن میں اس کے علاوہ کوئی اور آدمی بھی ہو تو کوشش

کرنے میں تو اس گمان کو دور کرنا جیسے ۔۔۔ انا سعیت فی حاجتک،

قصر افراد: کوشش کرنے میں اور بھی کئی ساروں کو گمان کرے تو اس گمان کو

دور کرنا ...... جیسے، انا سعیت فی حاجتک وحدی:

کبھی کبھار مسند الیہ مقدم ہوتا ہے حکم کو پختہ کرنے کیلئے جیسے (ھو یعطی الجزیل)

سوال

جب نہ حرف نفی وغیرہ ہو مسند الیہ سے تو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

الجواب: درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

کبھی کبھار تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے۔ انت ما سعیت فی حاجتی:

اب اس میں کوشش نہ کرنے کی تخصیص ہے

کبھی کبھار تقویت کے لیے آتا ہے ... جیسے (انت لا تکذب)

اب اس میں جھوٹ نہ بولنے کو قوی کیا گیا ہے۔ اگر صرف: لا تکذب:

ہوتا تو تقویت نہ ہوتی۔ کیوں کہ اس میں اسناد کا تکرار نہیں ہے

امام سکاکی کے نزدیک تقدیم کے تخصیص کا فائدہ دینے میں کتنی شرطیں ہیں۔

جواب: اگر دو شرطیں ہوں تو تقدیم تخصیص کا فائدہ دے گی

(1) اگر اصل میں مؤخر ہونا فاعل کی وجہ سے ہو اور معنی مقدم ہو تو تخصیص کا
مسند الیہ کو اصل میں مؤخر کرنا جائز ہو
فائدہ دے گا، جیسے انا قمت ـــ پس اس میں انا قمت

کہنا بھی جائز ہے۔ انا فاعل ہے معنی اور لفظاً تاکید بن رہا ہے

(2) اسکا اصل میں مؤخر ہونا مانا بھی جائے تو وہ تخصیص کا فائدہ دے

گا۔ اگر دو شرطیں نہ ہوں تو وہ تخصیص کا نہیں بلکہ تقوی حکم کا فائدہ دے گا

اعتراض ۔۔۔ آپ کے کلام سے سمجھا جا رہا ہے کہ اگر شرطیں نہ ہو

تو تخصیص کا نہیں بلکہ تقوی حکم کا فائدہ دے گا تو آپ کی یہ بات نکرہ میں

سچی آرہی ہے جیسے (رجل جاء نی) تو اس کی مؤخر ماننا ممکن نہیں کیونکہ یہ

فاعل معنوی ہیں لفظی ہے تو یہ نکرہ تخصیص کا نہیں بلکہ تقوی حکم کا ہی فائدہ دے

رہا ہے الجواب امام سکاکی فرماتے ہیں کہ یہ صورت استثناء کی ہے اس میں

رجل بدل ہے جاء کی ضمیر سے دلیل میں یہ فرماتے ہیں۔

۔۔۔۔ واسروا النجوی الذین ظلموا ۔۔۔

اب اس مثال میں واو فاعل ہے مبدل منہ ہے اور الذین ظلموا اس سے بدل ہے

اس صورت کا استثنی اس وجہ سے کیا کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ معرفہ کے علاوہ کوئی

اور سبب نہیں ہے تخصیص کا

اعتراض: آپ نے رجل کو بدل بنایا ہے تو اس مثال میں رجال جاءنی
میں ضمیر بھی جمع کی آنی چاہیے کیونکہ مبدل منہ اور بدل برابر ہوتے ہیں

الجواب: سکاکی صاحب فرماتے ہیں یہ اصل میں (جاءنی رجال) تھا
اور اس کو جاءنی رجال مان لیا جائے تو یہ اعتراض ہی ختم ہو جائے گا۔

(3) کوئی چیز تخصیص کو مانع نہ ہو ۔۔۔ اس مثال کو امام سکاکی اس کی دو وجہ
بیان کرتے ہیں۔ (شرٌّ اَھَرَّ ذا ناب)

اب اس مثال میں مسندالیہ کی تقدیم تخصیص کا فائدہ نہیں دے رہی
کیونکہ اس میں مانع تخصیص موجود ہے وہ یہ کہ اگر تخصیص
جنس مراد ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ: (شرٌّ اَھَرَّ ذا ناب لا خیرٌ)
یعنی کتے کو جنس شر نے بھونکایا ہے۔ اب اس میں دو چیزیں ہیں
جنس شر، جنس خیر اب متکلم کا جنس شر کو خاص کر کے جنس خیر کی نفی کرنا
درست نہیں ہے کیونکہ خیر کتے کو بھونکواتی نہیں ہے تو اس کی نفی کرنے کا
کیا فائدہ ۔۔۔۔ پس اس میں تخصیص جنس نہیں ہو سکتی ہے

دوسری بات کہ اگر تخصیص واحد مراد لیں تو معنی ہوں گے کہ
(شرٌّ اَھَرَّ ذا ناب لا شرّان) یہ بھی درست نہیں ہے
کیونکہ اصل مقصد اس سے یہ مراد نہیں لیتے

الغرض اس مثال میں کوئی بھی تخصیص نہیں پائی جا رہی۔

اعتراض: سکاکی نے تخصیص کی نفی کی ہے جبکہ نحویوں نے اس کو
ثابت کیا ہے تو اب یہ تعارض کیسے دور ہوگا۔

الجواب: سکاکی نے تخصیص جنس اور افراد کی نفی کی ہے جبکہ نحویوں
نے نوع کی تخصیص کی ہے کہ ﴿ما اھر ذا ناب الا شرٌ﴾
اور فرمایا کہ "شر" کی تنکیر اور تنوین تعظیم کے لیے ہے تو معنی ہوگا کہ
[کتے کو شر عظیم نے بھونکایا نہ کہ شر حقیر نے]

سوال: تقدیم و تخصیص کے بارے میں امام صاحب یعنی مصنف
نے جو رد کئے ہیں لکھیں:

الجواب

✗ تخصیص کے لیے اگر فاعل لفظی مقدم نہیں ہو سکتا تو فاعل معنوی
بدرجہ اولی مقدم نہیں ہوگا۔

✗ آپ کا قول کہ فاعل معنوی مقدم ہو سکتا ہے تو اس طرح تو تابع کو
متبوع پر مقدم کرنا لازم آئے گا جو نحویوں کے نزدیک ناجائز ہے۔

✗ آپ نے فرمایا کہ نکرہ کی صورت میں فاعل کو مقدم مانیں تو
تخصیص ہوگی ہم اس کو نہیں مانتے کیونکہ تخصیص تو تحویل کے طور پر
بھی ہوتی ہے جیسے (رجل جاءنی)

✗ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ (شر اھر ذا ناب) میں جنس شر کی نفی ہے

حالانکہ کبھی کبھار خبر بھی لکنے کو بولنے پر مجبور کرتا ہے

سوال

علامہ سکاکی نے "ھو قائم" کو کس کیا تشبیہ اور کس کے قریب کہا ہے

الجواب: ھو قائم کو تقوی حکم میں ذکر کیا گیا ہے قائم مقام بنایا ہے کیوں کہ دونوں میں ضمیر تعلق ہے اس وجہ سے یہ تقوی حکم میں قریب ہیں۔ اور یہ اس مثال کے مشابہ ہے جس میں مخاطب یا حاضر میں صیغہ نہ بدلے۔۔ جیسے انا قائم ۔۔

سوال

لفظ مثل اور غیر جب کنایہ استعمال ہوں تو کیا حکم ہے۔

الجواب: اس وقت ان کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے مثلک لا یبخل : غیرک لا یجود : پہلی مثال میں مخاطب کے علاوہ جو بھی اس کی مثل ہے اس سے مخاطب کی نفی کی گئی ہے۔ مقدم واجب ہے سے مراد یہ ہے کہ قیاس کے مطابق تاخیر بھی جائز ہے لیکن چونکہ مقدم کرتے پر نص ہے اسی وجہ سے مقدم کریں گے:

سوال

مسند الیہ لفظ کل کیساتھ مقدم ہو اور حرف نفی بھی ملا ہو تو کس چیز کی نفی کا فائدہ دے گا:

جواب: اگر ایسی صورت ہو تو حکم ہے ہر فرد سے نفی ہوگی جیسے
کل انسان لم یقم۔ اب اس مثال میں قیام کی نفی ہے ہر فرد سے
اگر اس مسند الیہ کو مؤخر کر دیں تو جملہ افراد سے نفی ہوگی جیسے
لم یقم کل انسان۔ خلاصہ یہ ہے کہ مقدم ہونا فائدہ دیتا
ہے عموم سلب اور شمول نفی کا، اگر مؤخر کریں تو سلب عموم اور نفی
شمول کا فائدہ ہوگا... صرف ان میں خاص فرق نہیں ہے۔

سوال

عبدالقاہر کی لفظ کل کے بارے میں بحث تحقیقی جلدی جلدی؟

جواب: کلمہ کل "نفی کی جگہ یعنی نفی سے مؤخر ہو اور وہ نفی کے لیے
معمول نہ بنے چاہیے خبر فعل ہو یا... تو وہ شمول نفی کا فائدہ دے
گا یعنی اصل فعل کی نفی نہیں ہوگی بلکہ شمول کی ہوگی۔ جیسے

ما کل یتمنی المرء یدرکہ ← ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ

بعض اوقات کل فاعل یا مفعول کی تاکید بیان کرنے کے لیے آتا ہے
جیسے فاعل کی مثال: جاءنی القوم کلہم
مفعول کی مثال: کل الدراہم لم آخذ۔

پس: لفظ کل نفی کی جگہ واقع ہو تو کلام فعل اور وصف کے ثبوت کا فائدہ
دیتا ہے ان کے لیے جن کی طرف کل کی اضافت ہو۔

یہ فائدہ کلی نہیں ہے بلکہ اکثری ہے کیوں کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کلی داخل ہوتا ہے نفی پر اور نفی شمول کی نہیں بلکہ ہر ہر فرد کی ہوتی ہے۔ جیسے واللہ لا یحب کل مختال فخور :

سوال.

لفظ کل نفی کی جگہ میں نہ ہو تو کس بات کا فائدہ ہو گیا......؟

جواب اس وقت ہر فرد سے عموم نفی کا فائدہ حاصل ہوگا بشرطیکہ نفی سے مقدم ہو. جیسے جب ذوالیدین نے عرض کی کہ سرکار (أقصرت الصلوۃ ام نسیت یا رسول اللہ) تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ (کل ذالک لم یکن) ... اب اس میں جواب کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ ایک کی نفی فرماتے ایک کا اثبات کر دیتے لیکن آپ نے دونوں کی نفی کر دی ہے.... جیسے کسی سے پوچھیں کہ زید کھڑا ہے یا عمر تو جواب میں یوں کہا جائے گا کہ زید یا عمر دونوں کی نفی کریں گے تو درست نہیں ہے... لیکن سرکار علیہ السلام نے تو دونوں کی نفی کی ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ دونوں اکٹھے نہیں ہیں بلکہ ان میں سے ایک ہے لہذا کل اپنے مضاف الیہ کے ہر ہر فرد کی نفی کر رہا ہے .

تاخیر المسند الیہ

مسند الیہ موخر ہونے کی صورتیں نیز مقتضی ظاہر کے خلاف کلام لانے کی صورتیں لکھیں ......؟

جواب

کبھی کبھار مسند الیہ موخر کیا جاتا ہے جب مقام بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ حذف اعتماد اور ذکر میں اس کی کئی صورتیں ہیں۔

مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کی صورتیں:

جب ضمیر کو دکھنا ظاہر کی جگہ ..... جیسے نعم رجلاً زید ..... یہ نعم الرجل کی جگہ میں ہے

اب یہ اس بات کا تقاضا کرتا تھا کہ یہاں فاعل ظاہر ہونا چاہیے لیکن ضمیر لے کر آئے جو نعم میں "ھو" ضمیر ہے اب ضمیر لانے کا یہ محل نہیں ہے کیونکہ ضمیر تو وہ ہے جس سے لائی جاتی ہے مسند الیہ مقدم ذکر ہو یا کوئی قرینہ پایا جائے: یہاں دونوں معدوم ہیں لہذا فاعل ظاہر ہونا چاہیے تھا: اسکا جواب یہ ہے کہ نعم کی ضمیر مقصود پر دلالت کرتی ہے جو ذہن میں ہے۔ تو یہ رجلاً کے ساتھ تفسیر کی ہے یہ کسی مفسر کے تحت ہے وہ یہ ہے کہ بندہ متعقل کی جنس کو جان لے۔

ھو او ھی زید عالم: یہاں بھی ظاہر کی جگہ ضمیر ہے جو مقتضی ظاہر کے خلاف ہے ..... اعتراض: آپ ھی زید عالم میں ھی کو ضمیر شان کہہ رہے ہیں

جواب!

یہ محض تعیاتی ہے حقیقت میں مثال یہ نہیں ہے

فائدہ ظاہر کی جگہ ضمیر لانے کا مقصد یہ ہے کہ جب سامع ضمیر سنے گا
تو معنی کا انتظار کرے گا اور جو چیز انتظار سے حاصل ہو اس کی اہمیت
زیادہ ہوتی ہے۔

سوال

ضمیر کی جگہ اسم اشارہ لانے کی صورتیں بیان کریں۔

جواب: کمال عنایت کیلئے مسند الیہ کو ممتاز کرنے کیلئے اسکے حکم
عجیب کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے ..... جیسے

کم عاقل عاقل اعیت مذاہبہ : وجاہل جاہل تلقاہ مرزوقا

ھذا الذی ترک الاوہام حائرۃ : وصیر العالم النحریر زندیقا

اب اس شعر کے دوسرے مصرعے میں اسم اشارہ کی جگہ ضمیر
آنی چاہیے تھی کیونکہ وہ غیر محسوس ہے تو اس کیلئے ضمیر ہونی چاہیے
تھی لیکن اسم اشارہ اس وجہ سے لائے کہ سامعین دیکھیں کہ یہ حکم
عجیب ہے جس کو ممتاز کیا گیا ہے

۲۔ مسند الیہ کو پختہ کرنے کے لیے ضمیر کی جگہ اسم اشارہ لایا جاتا
ہے جیسے کوئی (زید) سوال کرے۔ من ابن سینا؟ تو جواب میں کہیں کہ
(ھذا [illegible])

تو اضمار تو یہ تھا کہ کہا جاتا (ن) ضمیر کی جگہ مگر اسم ظاہر کو ضمیر کی منزلت میں

اتار لیا گیا ہے: کیونکہ اسم اشارہ محسوس کے لیے آتا ہے

* سامع کو کامل سمجھنے کے لیے بھی ضمیر کی جگہ اسم اشارہ آتا ہے.
جیسے کوئی کہے کہ (من عالم البلد) تو جواب میں کہے کہ (ذالک زید)
تو یہ (ھو زید) کی جگہ پر ہے.

* سامع کے کمال ذہین ہونے کی وجہ سے. جیسے (ھذہ عند فلان ظاھرۃ)
یہ (ھی ظاھرۃ) کی منزلت میں ہے

* مسند الیہ کو کامل طور پر ظاہر کرنا ہوتا ہے... جیسے
(تعاللت کی اسجی وما بک علت تریدین قتلی قد ظفرت بذالک)
اس مثال میں بذالک کی جگہ 'بہ' ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ کلام
غیر محسوس ہے. معدول اس وجہ سے کیا کہ پتا چل جائے کہ اس کا قتل
کرنا ظاہر ہے محسوس کے ظہور کی طرح

سوال

اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ لانے کی صورتیں لکھیں۔

جواب۔ ① سامع کے ذہن میں بات پختہ کرنے کے لیے جیسے
قل ھو اللہ احد اللہ الصمد: اب ہونا چاہیے تھا
(ھو الصمد) لیکن یہ نہیں کیا تاکہ سامع کے ذہن میں بات پختہ ہو جائے
② سامع کے دل میں ڈر داخل کرنے اور عظمت پیدا کرنے کے

ہے... جیسے خلیفہ خود ہی کہے (امیر المومنین یامرک بکذا)

اب اس مثال میں (انا آمرک) نہیں کہا رعب دبدبہ کے لیے

(۳) داعی مامور کی تقویت کیلئے: جیسے فرمان الہی ہے

﴿فاذا عزمت فتوکل علی اللہ﴾ اس میں عزمت کلمہ

نہیں کہا۔

(۴) رحمت و شفقت طلب کرنے کیلئے۔ جیسے الٰہی عبدک العاصی اتاکا

اس میں عبدک فرمایا "انا العاصی" نہیں کہا تاکہ رحمت و شفقت کو طلب

کیا جاسکے

سوال

التفات کی تعریف مع قیودات نیز سکاکی کے نزدیک التفات

کی اقسام مع التفصیل سپرد قلم کریں....؟

جواب: التفات کی دو تعریفیں کی جاتی ہیں

علماء معانی: کے نزدیک یہ ہے کہ کلام کو متکلم سے خطاب یا غیبت

کی طرف نقل کرنا التفات ہے۔ جیسے بندہ اپنے آپ سے کہے

تطاول لیلک بالاثمد: اب اس ہونا چاہیے تھا

لیلی لیکن اس نے متکلم سے خطاب کی طرف التفات کر دیا۔

مشہور تعریف : کسی معنی کو متکلم، مخاطب یا غیبت سے تعبیر کرنے کے بعد

انہی تین طریقوں سے تعبیر کر دینا یہ بھی ضروری ہے کہ دوسرا طریقہ مقتضی ظاہر کے خلاف ہو اور سامع کو استفادہ انتظار بھی ہو۔ (عموم خصوص مطلق کی نسبت)

قیودات کے فوائد : دوسرا مقتضی ظاہر کے خلاف ہو تاکہ یہ مثال نقل جائے : انا زید وانت عمرو : کیونکہ یہ مقتضی ظاہر کے خلاف نہیں۔ دوسری نسبت میں صرف التفات صرف ایک نفس میں ہے باقی کلام درست آ رہا ہے یعنی ان میں التفات نہیں ہے۔

امام سکاکی کا مذہب :

صرف مسند اور مسند الیہ میں التفات ہوتا ہے یعنی : متکلم، مخاطب، غائب ہر ایک میں التفات ہو سکتا ہے۔ اس طرح اس کی کل چھ اقسام بن جاتی ہیں۔

مخاطب سے ـــ غائب اور متکلم کی طرف

غائب سے ـــ متکلم اور مخاطب کی طرف

متکلم سے ـــ مخاطب اور غائب کی

امام سکاکی کے نزدیک التفات عام ہے جمہور کے نزدیک خاص ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

التفات تکلم سے خطاب کی طرف : وما لی لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون۔ پہلا صیغہ متکلم کا دوسرا مخاطب کا۔

متکلم سے غائب: انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک وانحر:

اس میں ہونا چاہیے تھا فصل لی لیکن لربک فرمایا یہ ہے التفات

خطاب سے متکلم:

جیسے طحا بک قلب فی الحسان طروب بعید الشباب

عصر حان مشیب یکلفنی لیلیٰ = اس مثال میں بک سے یکلفنی

کی طرف التفات ہے۔ مقتضی ظاہر کا تقاضا تھا کہ یکلفک ہوتا

خطاب سے غیبت: (حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بہم)

اس میں بکم کی جگہ بہم لے آئے

غیبت سے متکلم:

<اللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقناہ>

اب اس میں یسقاہ ہونا چاہیے تھا مگر متکلم کا صیغہ لے آئے۔

غیبت سے خطاب کی طرف:

<جیسے مالک یوم الدین ایاک نعبد>

اس میں قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایاہ ہونا لیکن غائب کی جگہ حاضر

کا صیغہ لائے۔

درج ذیل صورتیں میں التفات کی جوز کر دی گئی۔

التفات کی وجہ: جب کلام کو ایک طریقے سے دوسرے طریقے پر منتقل کریں گے تو گویا ایک نیا کلام بن جاتی ہے جس کی وجہ سے سامع کی توجہ بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے۔ (کل جدید لذیذ) لہٰذا اس وجہ سے کلام میں خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔

سوال

درج ذیل عبارت کی وضاحت اس طرح کہ نفس مسئلہ واضح ہو جائے۔

جواب:

(ومن خلاف المقتضی تلقی المخاطب بغیر ما یترقبہ المخاطب)

یہاں سے یہ بات بیان کر رہے ہیں کہ مقتضی ظاہر کے خلاف کی کئی چند صورتیں ادا رہے ہیں ..... جیسے

مخاطب کو اس کی مراد سے خلاف جواب دینا اس بات پر تنبیہ کرتے ہوئے کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہ مخاطب کی بات سے زیادہ بہتر ہے ــــ جیسے قبعثری شاعر کا قول بادشاہ کے لیے۔ بات اس طرح ہے کہ اس شاعر نے بادشاہ کی مذمت بیان کی تو بادشاہ کو پتا چل گیا تو بادشاہ نے اسے بلایا اور کہا کہ

لا حملنک علی الادھم : اس بادشاہ نے وعید سناتے
ہوئے کہا کہ میں ضرور تمہیں سولی پر سوار کروں گا :
اب ادھم کا ایک معنی ہے سولی ایک ہے گھوڑا تو اس شاعر
نے سولی نہیں بلکہ گھوڑا مراد لیا اور کہا

(مثل الامیر یحمل علی الادھم والاشہب)

کہ مجھ جیسے بادشاہ سیاہ اور سفید گھوڑوں پر ہی سوار کرتے ہیں
اب اس نے بادشاہ کی مراد کو بالکل ہی بدل دیا۔
اب اگر وہ مراد کو نہ بدلتا تو اس کی تو شامت آجاتی۔

*2.

دوسری صورت کلام کو مقتضیٰ ظاہر کے لانے کی یہ ہے کہ
سائل کو وہ جواب دینا جو اس نے طلب نہ کیا ہو جو اس کے
سوال کا جواب نہ ہو۔ اس سوال کو غیر سوال کی منزلت میں اتارتے
ہوئے اور اس بات پر تنبیہ کرتے ہوئے کہ اس سوال کے جواب
سے یہ جواب زیادہ بہتر ہے۔ جیسے۔ جب لوگوں نے سرکار
علیہ السلام سے چاند کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ

﴿یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج﴾

وہ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ

فرمادیں کہ یہ وہ حج اور لوگوں کے مواقیت ہے.

اب ان لوگوں نے پوچھا تھا کہ یہ چاند کم زیادہ کیسے ہوتا ہے تو جواب یہ دیا گیا کہ کیوں ہوتا ہے یعنی جواب میں فرمایا کہ یہ حج اور لوگوں کا وقت مقرر کرنے کے لیے ہے کہ اسی کے ذریعے حج ہوتا ہے. بیع شروع کی تاریخ ... وغیرہ.

اگر ان کے سوال کے مطابق جواب ہوتا تو وہ سمجھ نہ سکتے کیوں کہ یہ علم ہیئات میں سے ہے جو ایک دقیق علم ہے.

ایسے ہی ← (یسئلونک ماذا ینفقون قل ..... الخ)

اس مثال میں پوچھا ہے کیا خرچ کریں مگر جواب دیا کسی پر خرچ کریں کیوں کہ ان کے حق میں یہ ہی بہتر تھا. اور خرچ اسی وقت ہو گا جب اسکا کوئی مصرف ہو.

سوال

درج ذیل عبارت کی وضاحت مختصر المعانی کی روشنی میں لکھیں

جواب: { ومنه ای من خلاف المقتضی التعبیر عن المعنی المستقبل بلفظ الماضی } یہاں سے اس بات کو بیان کر رہے ہیں کہ مقتضی ظاہر کے خلاف کلام لانے میں سے یہ بھی ہے کہ مستقبل کی بات کو ماضی کے صیغے کے ساتھ تعبیر کرنا.

کیونکہ اس بات کا ہونا یقینی ہوتا ہے۔ جس طرح ماضی کی بات
یقینی ہوتی ہے ایسے ہی مستقبل میں ہونے والا کام بھی یقینی ہوتا
ہے........ جیسے ﴿یوم ینفخ فی الصور فصعق من فی السموات﴾
جب صور پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں زمین میں ہے سب ہلاک
ہو جائے گا..... اب یہ کام ابھی ہونا ہے لیکن صیغہ ماضی کا لے کر آئے
ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ صیغہ مضارع کا ہوتا.... لیکن اس کام کا ہونا
یقینی ہے اسی وجہ سے صیغہ ماضی سے ذکر ہوا۔

* مستقبل کے معنی کو اسم فاعل سے تعبیر کرنا جیسے ان الدین لواقع
* مستقبل کے معنی کو اسم مفعول کے صیغے سے تعبیر کرنا...
جیسے... (ذالک یوم مجموع له الناس)

اگر یہاں کوئی اعتراض کرے کہ اسم فاعل مفعول مستقبل میں بھی تو
آتے ہیں تو اس میں مقتضیٰ ظاہر کا خلاف کیونکر ہے تو جواب یہ
ہے کہ وہ کبھی کبھار ہوتا ہے اور وہ مجاز کے طریقے پر ہوتا ہے

سوال

قلب کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں.....؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ ایک کلام کے اجزاء کو دوسرے
کلام کے اجزاء کی جگہ رکھنا... جیسے

عدم صحت التنافر علی الحواشی

حالانکہ یہ فیکرا اونٹنی پر پیش کیا جاتا ہے اونٹنی کو پیش نہیں کیا جاتا۔ امام سکاکی کے نزدیک یہ کلام میں لطافت پیدا کرے یا نہ کرے ٹھیک ہے جبکہ ان کے علاوہ دوسروں نے کہیں کہ اگر کلام میں لطف پیدا کرے تو ٹھیک ورنہ رد کر دی جائے گی۔

اعتبار لطیف کی مثال: جیسے محمرة مغبرة ارجاؤه کان لون ارضه سماؤه: زمین کا رنگ آسمان ہے یعنی آسمان کا رنگ ہے

اعتبار لطیف نہ ہو جیسے: (ان تری سمن علیها کما طینت بالقدن البیاعا)

احوال المسند

مسند کو ترک کرنے کی صورتیں لکھیں وضاحت کیساتھ۔

جواب: مسند کو ترک کیا جاتا ہے درج ذیل وجوہات کی بنا پر
٭ اختصار کی وجہ سے ٭ عبث سے بچتے ہوئے ٭ ظاہر پر بنا کرتے ہوئے ٭ مقام کی تنگی کی وجہ سے ٭ ضرورت کے سبب کی وجہ سے ٭ وزن برقرار رکھنے کے لیے

جیسے زید منطلق وعمرو: اب عمرو کا مسند حذف ہے

عیش سے بچے

جیسے • (نحن بما عندنا و انت بما عندک راضٍ)

اب اس مثال میں عندنا کے بعد "راضون" خبر محذوف ہے

جیسے • (ومن یک امسی بالمدینۃ رحلہ فانی وقیار بھا لغریب)

اب اس مثال میں لغریب قیار کے ساتھ ہے اور فانی کا مسند

محذوف ہے

مقام کی تنگی کی وجہ سے

د • خرجت فاذا ذئب ـــ اصل میں تھا فاذا ذئب موجود

جیسے • (لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی)

اب اس مثال میں "انتم" مبتدا نہیں ہے کیونکہ لو فعل پر

داخل ہوتا ہے پس انتم فاعل ہے اس سے پہلے فعل محذوف

ہے اور وہ ہے "تملکون" تو اس کو حذف کر دیا کیونکہ آگے وہ آ

رہا ہے عبث سے بچتے ہوئے اسے حذف کر دیا

• کلام کو دو معنی پر محمول کرنے کیلئے ... جیسے فصبر جمیل اب اس میں

دو احتمال ہیں مسند حذف ہے یا مسند الیہ۔ اگر مسند حذف ہو تو

اصل عبارت تھی فصبر جمیل اجمل۔ مسند الیہ حذف ہو تو اصل عبارت

تھی (فامری صبر جمیل)

• سوال محقق کے جواب میں مسند حذف ہوتا ہے جب کوئی قرینہ موجود

ہو... جیسے

(لئن سالتهم من خلق السموٰت والارض لیقولن اللہ)

اصل میں عبارت یہ تھی (لیقولن خلقهن اللہ) اس میں لفظ جلالت کا محذوف ہے کیونکہ قرینہ یہ ہے کہ پہلے (خلق) مذکور ہے۔

سوال

مندرجہ ذیل مثال کی وضاحت کریں۔۔۔؟

جواب: لیبك یزید (ضارع) (لیبك یزید)

اسکا ترجمہ ہے۔ تاکہ یزید رو یا جائے۔ تو سوال ہوگا کہ کون روئے تو جواب میں کہا جائے گا کہ ضارع روئے یعنی ذلیل لوگ روئیں کیونکہ وہ ان کی حاجتیں پوری کرتا تھا۔ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کو مجہول کیوں پڑھا تو جواب دیا جائے گا کہ مجہول اس وجہ سے پڑھا کہ اس میں اسناد کی تکرار تھی پہلے اجمالا بیان کیا پھر تفصیلا تفصیل تو ظاہر ہے اجمال اس طرح کہ جب کہا (لیبك یزید) تو معلوم ہو گیا کہ یہاں کوئی رونے والا موجود ہے جس کی طرف رونے کی نسبت کی گئی ہے۔ تو ضارع کو ذکر کر دیا گیا۔ معترض نکتہ تکرار اسناد زیادہ قوی ہے۔ اگر فاعل پڑھتے تو بات بغیر کسب کے حاصل ہو جاتی۔ مجہول میں فعل کی سنر مفعول کی طرف کرنے سے کلام مکمل ہو رہا تھا تو فاعل کی ضرورت تھی تو اسے ذکر کر دیا گیا۔

سوال

مسند کو ذکر کرنے کی صورتیں بیان کریں۔

جواب۔ درج ذیل صورتیں ہیں۔

* جو مسند الیہ کو ذکر کرنے کی وجہ بیان کی گئی وہ ہی مسند کی بھی ہے یعنی (اصل ہونے کی وجہ) سے باوجود اس کے کہ اس سے عدول کا کوئی تقاضا نہیں ہوتا۔ * احتیاط کی وجہ سے * قرینہ کے کمزور ہونے کی وجہ سے * متعین کرنے کی وجہ سے کہ مسند اسم ہے یا فعل اگر فعل ہو تو تجدد اور اسم ہو تو ثبوت کا فائدہ ہوگا * سامع کی غباوت سے اعتراض کرتے ہوئے جیسے
(محمد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم)

سوال۔

مسند کو غیر جملہ لانے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے...؟

جواب۔ مسند کو غیر جملہ لایا جاتا ہے کیوں کہ یہ غیر سببی ہوتا ہے اور تقوی حکم کا فائدہ بھی نہیں دیتا
(زید قام ابوہ) یہ تکرار اسناد کی وجہ سے تقوی حکم کا فائدہ دیتا ہے (زید قائم) تقوی حکم کا فائدہ نہیں دیتا۔
اعتراض: آپ نے کہا مسند مفرد ہو تو غیر سببی اور عدم تقوی حکم کے لیے آتا ہے لیکن اس مثال میں مفرد نہیں پھر بھی تقوی حکم کا

فائدہ نہیں دے رہا۔ جیسے : ما انا قلت هذا

جواب: یہ مثال تقوی کی نہیں بلکہ تخصیص کی ہے۔

سوال

مسند فعل یا اسم ہو تو کس بات کا فائدہ دیں گے :

جواب: اگر مسند اسم ہو تو ثبوت اور دوام کا فائدہ دے گا جیسے

لا یالف الدرهم المضروب صرتنا

اور اگر مسند فعل ہو تو تینوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ مقید ہوگا تو یہ تجدد (نیا ہونا) کا معنی دے گا۔ جیسے

کلما وردت عکاظ قبیلة بعثوا الی عریفهم

سوال۔

مسند کو مقید کرنا اس فعل کے ساتھ جس میں شرط ہو تو کیا حکم ہوگا۔

جواب۔ جیسے {اکرمک ان تکرمنی}

اہل عرب کے نزدیک شرط جزا کے کلام کے لیے قید ہے

یعنی جب شرط پائی جائے گی تو ہی جزا ہوگی۔

جیسے۔ ان جئتنی اکرمک۔ یہ اس منزلت میں ہے کہ

(اکرمک وقت مجیئک ایای)

جملہ شرطیہ کیف سے مل کر اپنی اصل سے جدا نہیں ہو گا۔ پس اگر تو جزا ..... ہو تو جملہ شرطیہ خبریہ ہو گا اور اگر جزا انشائیہ ہو تو جملہ شرطیہ انشائیہ ہو گا۔۔۔ جیسے

(ان جئتنی اکرمک)

[ان جاءک زید فاکرمہ]

سوال

ان ۔ اذا حروف شرط کے استعمال کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں.....؟

جواب:

ان: یہ مستقبل میں شرط کے لیے آتے ہیں مگر یقین کا فائدہ نہیں دیتا۔

اذا: یہ بھی زمانہ مستقبل میں شرط کے لیے آتا ہے مگر اذا کی اصل یہ ہے کہ یہ یقین کے لیے آتا ہے۔

ان کی اصل یہ ہے کہ شرط کے پائے جانے کے باوجود عدم یقین کے لیے ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ کلام الہی میں وارد نہیں ہوا۔

دو درج ذیل صورتیں ہیں:

• جاننے کے باوجود جاہل بننا... جیسے کوئی غلام سے اس کے آقا کے بارے میں پوچھے کہ کیا وہ گھر میں ہے تو غلام جانتا ہے کہ وہ گھر میں ہے پھر بھی کہے کہ

(ان کان فیھا اخبرک)

• جب مخاطب کو بات کا یقین نہ ہو... جیسے کوئی شخص تکذیب کرے تو اس کو کہے کہ

(ان صدقت فماذا تفعل)

• عالم کو جاہل کی منزلت میں اتارتے ہوئے لفظ ان کا استعمال مقام جزم میں ہوتا ہے جیسے... کوئی اپنے باپ کو تکلیف دیتا ہے تو اس کو کہنا کہ

(ان کان ابوک فلا تؤذہ)

توبیخ اور تصویر کشی کے لیے ہے جیسے

(افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوما مسرفین)

اب مسرفین ہونا امر قطعی ہے مگر زجر و توبیخ اور تصویر کشی کے لیے بات کی ہے کیونکہ عقلمند سے اسراف ہونا تو محال ہے مگر یہ ان کے طریقے پر بیان کیا گیا ہے۔

اذا۔ جزم کے لیے آتا ہے یہ ماضی پر استعمال ہوگا واقع کے
یقینی ہونے کی وجہ سے ... جیسے
(فاذا جاءتهم الحسنة قالوا لنا هذه. وان تصبهم سيئة
يطيروا بموسى ومن معه)
جب ان کے پاس بھلائی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ہمارے
لیے ہے اور جب مصیبت آتی ہے تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے
ساتھیوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اب اس مثال میں
بھلائی کو ماضی کے صیغے کے ساتھ لائے کیوں کہ ساتھ میں اذا
ہے اور اس سے مطلق بھلائی مراد ہے جس کا حصول قطعی ہے
اور سیئۃ کو لفظ مضارع کے ساتھ لائے کیوں کہ برائی
کبھی کبھار آتی ہے اور سیئۃ کو نکرہ ذکر کیا کیوں کہ نکرہ
تقلیل پر دلالت کرتا ہے۔ اس پر ان داخل ہے پس پہلے
بیان کیا جا چکا کہ ان کا کلمہ نادر ہوتا ہے

کبھی کبھار:

ان کو جزم کے مقام میں استعمال کیا جاتا
ہے حالانکہ اس کی اصل یہ ہے کہ یہ عدم جزم کے لیے
آتا ہے۔